مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ ۔۔ ۔۔ ۔۔ خیر و عافیت سے ہیں۔

جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے ناظر تالیف و اشاعت اپنے کام پر آ گئے ہیں۔

سالانہ جلسہ کی تیاری ہو رہی ہے۔ اس اخبار میں اخراجات اور دیگر ضروریات جلسہ کی جو فہرست شائع ہو رہی ہے۔ ان کے پورا کرنے میں جو اصحاب حصہ لینا چاہیں وہ بہت جلدی منتظم جلسہ کو اطلاع دیں۔ کیونکہ وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے چھوٹے گھر میں جو لڑکی متولد ہوئی تھی ۲۔ دسمبر فوت ہو گئی۔ انا للہ

خطاب بہ مسلم

(از منشی برکت علی صاحب لائق احمدی گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ)

دیکھ مسلم پس پردہ کوئی سالوس نہ ہو
راہبر تو جسے سمجھا ہے وہ جاسوس نہ ہو

کس طرح دیر برہمن سے اٹھا شور اذان
تیری لبیک پہ اے نالۂ ناقوس نہ ہو

رہنما کوئے صنم میں ہے رقیبِ خود کام
حسنِ بے پردہ خیالی کوئی فانوس نہ ہو

دیکھ ہشیار تہ دانہ نہ ہو دام کہیں
پھنس کے تو پنجۂ صیاد میں محبوس نہ ہو

زر خالص نہیں ہر نقشِ دل آرا ہوتا
زشت پائی پہ جمیل صورت طاؤس نہ ہو

مردم دیدہ ہوا کوکب اقبال عدو
اسی پردے میں نہاں طالعِ منحوس نہ ہو

انبیاء کی ہے جو میراث اسے حاصل کر
زیبِ تن علم کی جا جہل کا ملبوس نہ ہو

ہے تمدن کا ترا قطعِ تعلق دشمن
اس رویہ سے ترقی کہیں معکوس نہ ہو

شانِ اسلام اطاعت میں نمودار رہے
منکر دینی سے مسلم کبھی مانوس نہ ہو

کیوں پریشانیٔ خاطر نے دبایا ہے تجھے
لے خبر جلد یہ بیماری کا بوس نہ ہو

آ اِدھر رحمتِ حق گود میں لے لے تجھ کو
اپنے مولا کی عنایات سے مایوس نہ ہو

دور ہو شخص پہ سستی کا خمار اے لائق
قطرہ گو بادۂ عرفاں کا ہو تا موس نہ ہو

نامۂ لنڈن

(نوشتہ مولوی عبدالرحیم صاحب نیر ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۲۰ء)

تین نئے مسلمان

ایک خاندانی انگریز بیرسٹر احمدی

نومسلمین گذشتہ دو ہفتوں میں احمدی مبلغین کی اجتماعی کوششوں کے ذریعہ تین سعید اروح کو دین حقہ اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی ۔ ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

مسیحی نام	اسلامی نام
(۱) مسٹر فریڈرک فیلڈ Mr Fredrick Field	علی

یہ صاحب پہلے سالویشن آرمی سے تعلق رکھتے تھے مذہبی آدمی ہیں ۔ پارک میں تقریریں سننے اور لٹریچر کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام لائے ہیں ۔

مسیحی نام	اسلامی نام
(۲) مس ایلس رائٹ Miss Alice Wright	آمنہ

اس خاتون کو بھی ایک عرصہ سے تبلیغ کی جا رہی تھی لیکچروں میں شامل ہوتی اور کتب کا مطالعہ کرتی رہی ہے ۔ آخر تین ماہ کی تحقیقات کے بعد اس نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا ہے ۔

مسیحی نام	اسلامی نام
(۳) مسز للین ماڈ گوہر Mrs Lilian Maud Gauhar	امینہ

یہ خاتون ایک مصری دوست کی اہلیہ ہیں ۔ ایک عرصہ سے ان کو تبلیغ کی جا رہی تھی ۔

ایک انگریز بیرسٹر احمدی ایک تعلیم یافتہ عالی خاندانی انگریز بیرسٹر ایٹ لاء جو مدت سے زیر تبلیغ تھے ۔ پورے غور و خوض اور توجہ و دعا کے بعد سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہیں ۔ احباب ان سب کی استقامت کے لئے دعا فرماویں ۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

ایک امریکن احمدی خاتون کا خط

اپنے ہندوستان کے بھائیوں اور بہنوں کی طرف

جناب مفتی محمد صادق صاحب کی وساطت سے ہمارے پاس بہن فاطمہ مصطفےٰ کا ایک خط موصول ہوا ہے ۔ جو انہوں نے اپنے ہندوستانی احمدی بھائیوں اور بہنوں کی طرف لکھا ہے ۔ قبل اسکے کہ ہم اس خط کا ترجمہ درج کریں ۔ یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ خاتون روحانیت میں بہت ترقی کر رہی ہیں ۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں نماز عربی میں سیکھ چکی ہیں ۔ اور پابندی کے ساتھ روزانہ پڑھتی ہیں ۔ عربی زبان سیکھ رہی ہیں ۔ اور اردو لکھنے پڑھنے کی مشق کرتی ہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ بھی کرتی رہتی ہیں ۔ اور باقاعدہ ہفتہ وار چندہ دیتی ہیں ۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی خدمت میں پانچ ڈالر گذشتہ ماہ میں بھیج چکی ہیں اور پانچ ڈالر اس ماہ میں بھیجے ہیں ۔

احباب خاص طور پر دعا فرماویں کہ خدا تعالیٰ ان کے اخلاص میں اور ترقی دے ۔ اور ان کی تکالیف و مشکلات کو دور کرے ۔

(ایڈیٹر)

مذکورہ بالا خط حسب ذیل ہے :۔

"پیارے اور معزز مبلغ مفتی محمد صادق نے چونکہ کئی ایک بار مجھے ہندوستان کے بھائیوں کی طرف سے سلام پہنچنے کی اطلاع دی ہے ۔ اس لئے میں یہ چند الفاظ ان کے قبول کرنے کے متعلق اپنے پورے اخلاص کے ساتھ لکھتی ہوں ۔ اور اس موقعہ پر تمام بھائیوں کو

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لکھتی ہوں ۔ اور دعا کرتی ہوں کہ مجھے محسن اور رحیم خدا کسی دن ذاتی طور پر ایشیا میں آنے کی توفیق بخشے ۔"

آپ کی مخلصہ بہن
فاطمہ مصطفےٰ ۔"

حضرت خلیفۃ المسیح کی تازہ تصنیف

"ترک موالات اور احکام اسلام"

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی تازہ تصنیف "ترک موالات اور احکام اسلام" جو حضور نے مسئلہ ترک موالات کے متعلق لکھی ہے ۔ چھپکر دفتر ہذا میں آگئی ہے ۔ اس کتاب کی ضرورت کے متعلق میرا کچھ لکھنا لاحاصل ہے ۔ غیر احمدیوں کے مقابل میں خود ہماری پوزیشن ۔ احباب کے متواتر خطوط ۔ اور ملک کی عام ہمدردی سب اسبات کے خواہاں تھے کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے بھی اس مسئلے کو صاف کیا جاتا سو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ عین وقت پر یہ [illegible] چیز تیار ہوگئی ہے ۔ احباب کا فرض ہے کہ خود پڑھیں اور غیروں کو پڑھوائیں ۔ اسی سہولت کو مدنظر رکھ کر قیمت تھوڑی یعنی صرف ۸ر رکھی گئی ہے ۔ احباب جلد منگالیں ورنہ پھر شاید ہی موقع ملے ۔

جسقدر کاپیاں ضرورت ہوں ۔ انکی قیمت لکھوں یا منی آرڈر کے ذریعہ بھیجنے سے کتاب بواپسی ڈاک پہونچیگی ۔

خاکسار علی محمد بی اے نائب ناظر تالیف و اشاعت قادیان

مسٹر محمد احمد ساگر چند نے پریکٹس شروع کر دی

امید ہے یہ خبر خوشی سے سنی جائیگی کہ ہمارے قابل اور معزز بھائی مسٹر محمد احمد ساگر چند بیرسٹر ایٹ لاء لاہور نے کوچہ منی لعل ۔ نیلہ گنبد لاہور میں قانونی پریکٹس شروع کر دی ہے ۔

الفضل قادیان دارالامان - ۱۳؍ دسمبر ۱۹۳۰ء

أعوذ بالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

اسلام پر ایک آریہ پروفیسر کے حملہ کا جواب

از حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

آریہ پروفیسر صاحب کی تقریر

پچھلے دنوں لاہور میں آریہ سماج کے دونوں حصوں کے جلسے تھے۔ ان جلسوں میں جہاں اپنے قومی امور کے متعلق تقریریں ہوئیں۔ وہاں دوسرے مذاہب سے اپنے مذہب کا مقابلہ کر کے بھی دکھایا گیا ان تقاریر میں سے گورو کل پارٹی کے ایک لیکچرار پروفیسر رام دیو صاحب کی تقریر خصوصیت کے ساتھ عام پبلک کے خیالات میں ایک جوش پیدا کر رہی ہے۔ اس تقریر کا موضوع یہ تھا کہ دیگر مذاہب مثلاً بدھ مذہب اور مسیحی مذہب اور اسلام اس زمانہ کے حالات کے مطابق نہیں ہیں۔ اور سائنس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لیکن ہندو مذہب چونکہ خود سائنس کا سرچشمہ ہے۔ اسکو علوم کی ترقی سے خطرہ نہیں۔ پس یہی آیندہ دنیا کا مذہب ہے۔

تقریر سے مسلمانوں میں جوش

ان مسلمانوں میں جن کو اس لیکچر کا علم ہوا ہے ایک عام جوش ہے کہ اس صلح کے زمانہ میں اس قسم کے مضامین پر لیکچر دینے سے اس اتحاد میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو بڑی قربانیوں کے بعد حاصل ہوا تھا۔ مگر میرے نزدیک آریہ سماج کی یہ روح اس بے غیرتی کے مقابلہ میں جو بعض مسلمانوں نے دکھائی ہے۔ بہت زیادہ قابل تحسین ہے۔ آریہ سماج نے ثابت کر دیا ہے کہ جو تھوڑا بہت تعلق بھی اسے مذہب سے ہے۔ وہ اس کو اس سیاسی شورش کے زمانہ میں بھی چھوڑ نہیں سکتی۔ یا یہ کہ وہ مذہبی جوش کو سیاسی کامیابی کے لئے ضروری سمجھتی ہے۔ لیکن بعض مسلمانوں نے اس کے برخلاف اپنے مذہبی احکام کو دنیاوی فوائد کیلئے قربان کر دیا ہے۔

مختلف الخیال اقوام کا کن امور میں اتحاد ہو سکتا ہے

میرے نزدیک وہ لوگ جو پروفیسر صاحب کے اس لیکچر پر اس رنگ میں معترض ہیں۔ انہوں نے انسانی دماغ کی بناوٹ پر غور ہی نہیں کیا۔ اور دوسروں کو تو انھوں نے کیا سمجھا تھا خود اپنے نفس کو بھی انھوں نے نہیں سمجھا۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اپنے ہندو بھائیوں کو ساتھ ملانے کے لئے گائے کی قربانی چھوڑ دی ہے۔ وہ بھی ہمیں اپنے ساتھ ملانے کے لئے اپنے مذہبی خیالات کے اظہار سے باز رہیں۔ اور اسلام کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کریں۔ حالانکہ وہ اتحاد جسمیں یہ شرط رکھی جائے۔ کہ اختلاف آراء کا اظہار نہ ہو۔ دو مختلف الخیال اقوام میں ناممکن ہے۔ ایسا اتحاد لمبے عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتا۔ اور ضرور ہے کہ جلد یا بدیر ضمیر اپنی طاقت کو ظاہر کرے۔ اور ایک فریق سے ایسے خیالات کا اظہار کرائے۔ جو دوسرے فریق کے نزدیک درست نہیں ہیں۔ جو لوگ اتحاد کے لئے یہ شرط رکھتے ہیں کہ کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔ وہ انسانی فطرت سے واقف نہیں ہیں۔ اور ہرگز اس قابل نہیں کہ اتحاد قائم کرنے کا کام ان کے ہاتھوں میں دیا جائے۔ اتحاد کے قیام کا ایک ہی ذریعہ ہوتا ہے کہ اختلاف کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے۔ اور صرف ان امور میں اختلاف کو روکا جائے جنپر کہ اتحاد کرنا مدنظر ہے۔ اور اس طرز کے اختلاف کو روکا جائے۔ کہ جس اختلاف سے اس کام کا چلنا مشکل ہو جائے۔ جسمیں اتحاد کیا گیا ہے۔

مثلاً ایک ہندو اور ایک مسلمان مشترک دوکان کرنے لگے ہیں۔ تو اگر وہ یہ شرط کریں کہ مسلمان نماز نہ پڑھا کرے۔ اور ہندو مندر میں نہ جایا کرے۔ تو یہ اتحاد بناوٹی ہے اور خلاف قدرت ہے۔ یہ ضرور ٹوٹ کر رہیگا۔ اور اتنی عمر نہیں پائیگا۔ جتنی کہ صحیح بنیاد پر رکھا ہوا اتحاد پایا کرتا ہے۔ یہ اتحاد یا تو اخلاق فاضلہ کا خون کریگا۔ اور بے غیرتی پیدا کریگا یا جلد ٹوٹ کر فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دیگا۔ اور امر اول کا نتیجہ

بھی آخر میں فساد ہی ہوگا۔ کیونکہ جو شخص ان عقائد کو جنپر وہ یقین رکھتا ہے۔ یا ان اعمال کو جن کو وہ مستحسن خیال کرتا ہے۔ دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ کسی خاص فائدہ کی امید میں اس اتحاد کو بھی ترک کر سکتا ہے۔ پس اتحاد وہی اتحاد ہے۔ جس کی بنیاد اس امر پر ہو کہ حق اور راستی کے خلاف جو امور ہوں گے۔ انہیں ترک کر دیا جائیگا۔ اور ایک دوسرے کے عقیدہ اور خیال میں یا اس کے ذاتی عمل میں دست اندازی نہ کی جائیگی۔

گائے کی قربانی ترک کرنے کا سمجھوتہ

بعض مسلمانوں نے اس نکتہ کو نہیں سمجھا۔ اور جوش میں آکر بلا کسی خاص سمجھوتے کے جو اس فعل کو جائز قرار دیتا۔ گائے کی قربانی کو ترک کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ اور اب ہندوؤں سے اس امر کی امیدار رکھتے ہیں۔ جس کا انہوں نے وعدہ نہیں کیا تھا۔ مسلمان یہ امید ہرگز نہیں کر سکتے۔ کہ اگر یہ کوئی غلطی کریں۔ تو ان کے خوش کرنے کے لئے دوسری قوم بھی جو ان سے اتحاد رکھنا چاہتی ہو۔ باوجود عقل اور سمجھ کے اسی قسم کی ایک غلطی کرے اس سے زیادہ ناجائز مطالبہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر کوئی مطالبہ تھا تو اسے ابتدا ہی میں پیش کرنا چاہیئے تھا۔ اب تو "مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد" والی مثال ہے۔

دنیا سے مذہب کی حکومت نہیں اٹھ سکتی

ان مسلمانوں کو خوب یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ جب تک دنیا آباد ہے اور جب تک انسان اسمیں بستا ہے۔ اسوقت تک مذہب کی حکومت دنیا سے اٹھ نہیں سکتی۔ مختلف زمانوں میں مذاہب کا اثر مٹانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن انکی گرفت اگر کسی وقت عارضی طور پر ڈھیلی ہو بھی گئی ہے۔ تو پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اس کا پنجہ مضبوط ہو گیا ہے۔ پس گو انہوں نے مذہب کے متعلق کسی قسم کی گفتگو کو خلاف اتحاد قرار دیا ہو۔ مگر فطرت انسانی اس فیصلہ کو قبول نہیں کر سکتی۔ یہ فیصلہ بدل کر رہیگا۔ اور اسوقت تک اتحاد قائم نہ ہو گا۔ جب تک اس کی بنیاد صحیح بنیادوں پر نہ ڈالی جائیگی۔ یعنی چند مقررہ قواعد پر جو پہلے سے منضبط کر لئے جائیں تاکہ بعد میں فتنہ کی گنجائش نہ رہے۔

پروفیسر صاحب کے دلائل اسلام کے خلاف

اس تمہید کے بعد میں پروفیسر رام دیو صاحب کے لیکچر کے اس حصہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ جو اسلام کے متعلق ہے۔ اخبار بندے ماترم لاہور کے تیس نومبر کے پرچہ میں جو خلاصہ پروفیسر صاحب کے لیکچر کا لکھا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اسلام کو اس زمانہ کی ضروریات کے پورا کرنے کے ناقابل ان دلائل سے قرار دیا ہے، کہ (۱) مسلمانوں کا رنگ گورا نہیں اسلئے وہ یورپ کی مشکلات کو حل نہیں کر سکتے (۲) بعض مسلمان بھی اسلام کی تعلیم پر اعتراض کرنے لگ گئے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کے حملوں کا اسلام مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس دعویٰ کی تائید میں انھوں نے مندرجہ ذیل مثالیں بیان کی ہیں۔ مسٹر خدا بخش ایم۔ اے نے لکھا ہے کہ قرآن کریم محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ڈائری تھی۔ جسمیں وہ اپنے خیالات لکھ لیا کرتے تھے۔ سید امیر علی صاحب اپنی کتاب سپرٹ آف اسلام میں لکھتے ہیں کہ قرآن کریم میں جو فرشتوں کا ذکر ہے۔ وہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وہم اور شاعرانہ نازک خیالی تھی۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے غلطی کی۔ کہ چند دنوں کیلئے مشرکوں کے کہنے پر بتوں کو مان لیا۔ اسی طرح سید امیر علی پردہ سسٹم کے خلاف ہیں۔ اور کثرت ازدواج کے مسئلہ کو زنا کاری خیال کرتے ہیں صوفی فرقہ کے لوگ ہندوؤں کی طرح لفظ رام رام کی بجائے اللہ اللہ کر کے ذکر کرتے ہیں۔ مظہر الحق صاحب بیرسٹر نے گوشت کو انسانوں کے لئے قدرتی خوراک نہیں بتایا۔ ایک اور لیڈر مسٹر یوسف علی ایم اے نے دہلی میں مسلمانوں کو کہا کہ اگر پاکیزگی چاہتے ہو تو رامائن پڑھو پس اسلام بھی زمانہ ماضی کا مذہب ہے۔ اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں کو تسلی نہیں دے سکتا۔

پروفیسر صاحب کے دلائل کی حقیقت

یہ وہ دلائل ہیں جو پروفیسر صاحب نے اسلام کے خلاف دئے ہیں اور وہ خوش ہیں کہ ان دلائل کے ذریعہ انہوں نے اسلام کو مذہبی میدان جنگ میں سے بیکار کر کے واپس کر دیا ہے مگر میرے نزدیک ان سے زیادہ بودے اور ان سے زیادہ کمزور اور کوئی دلائل نہیں ہو سکتے۔ اور اگر بندے ماترم کے ایڈیٹر صاحب نے کسی مخفی بغض کیوجہ سے جو انکو پروفیسر صاحب سے ہو۔ انکی طرف وہ بات منسوب نہیں کر دی جو انہوں نے نہیں کہی۔ اور ان دلائل کو نظر انداز نہیں کر دیا جو پروفیسر صاحب نے اپنے دعویٰ کی تائید میں اسوقت دئے ہوں تو یقیناً ہر ایک عقلمند کے لئے یہ بات نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ ایک پروفیسر نے اس قسم کے دلائل ایک تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے بیان کئے۔

رنگت کے متعلق اعتراض

پہلی دلیل جو پروفیسر صاحب نے دی ہے وہ مسلمانوں کی رنگت کے متعلق ہے۔ پروفیسر صاحب کے نزدیک مسلمان تعلیم یافتہ یورپ کا علاج نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ سفید رنگ کے نہیں۔ یہ دلیل یونہی نہایت بیہودہ ہے۔ لیکن اس شخص کے منہ پر جو خود کالی کہلانیوالی قوم میں سے ہے۔ اور اپنے مذہب کے بالآخر غالب آ جانے کی خبر دینے کے لئے کھڑا ہوا ہے۔ اور بھی زیادہ قابل مضحکہ معلوم ہوتی ہے اگر مسلمان بوجہ سفید رنگ نہ رکھنے کے یورپ کی مشکلات کو حل نہیں کر سکتے تو آریہ صاحبان ان سے بھی زیادہ سیاہ رنگ رکھتے ہوئے یورپ کی مشکلات کو کیونکر حل کر سکتے ہیں۔ پروفیسر صاحب کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ مسلمانوں کا کچھ حصہ یورپ کا آباد کار ہے۔ جبکہ آریہ مذہب کے پیرو صرف کالی نسلوں تک محدود ہیں۔

کسی سچائی کے پھیلنے میں اسکے ماننے والوں سے نفرت کیوجہ سے ناکامی نہیں ہو سکتی

مجھے تعجب آتا ہے کہ پروفیسر صاحب نے ایسی بات زبان پر آنے ہی کیوں دی۔ اگر ان کے دل میں اس قسم کا مضحکہ خیز خیال پیدا ہوا بھی تھا۔ تو ان کو چاہیئے تھا کہ اسکو دبا دیتے نہ کہ بر سر اجلاس اس کا اظہار کرتے کیا کوئی شخص جو خدا پر ایمان رکھتا ہے یہ یقین کر سکتا ہے کہ کوئی سچا مذہب اسلئے کسی قوم میں پھیلنے میں ناکام رہیگا کہ اس کے ماننے والوں سے لوگ نفرت کرتے ہیں وہ کونسا مذہب ہے۔ جس سے دوسرے مذاہب نے نفرت نہیں کی۔ جسوقت اسلام عرب کے لوگوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اسوقت ان لوگوں کو کیا مسلمانوں سے اس سے کم نفرت تھی۔ جو اسوقت یورپ کے لوگوں کو مسلمانوں سے ہے۔ عرب، اس سے بدتر سلوک

مُسلمانوں سے کرتے تھے۔ جو اس زمانہ میں اہل یورپ مُسلمانوں سے کرتے ہیں۔ اسی طرح جب اسلام ہندوستان میں آیا تھے کہ مسلمان یہاں کے اصل باشندوں کے محبوب تھے۔ وہ ان سے سخت نفرت کرتے تھے۔ مگر اسلام کی خوبیوں نے ان کے دلوں پر فتح پا ہی لی۔ اور کروڑوں آدمی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ اسی طرح یورپ بھی جب اسلام کی خوبیوں پر آگاہ ہو گا۔ تو اس کی نفرت خود بخود جاتی رہیگی۔ ہر ایک کام اپنے وقت پر ہوتا ہے۔ سینکڑوں سال کی عداوت اور بغض ایک دن میں نہیں جاتا۔ وہ خیالات جو بطور ورثہ کے کسی قوم کو ملتے ہیں۔ ان کا بکلی دور کرنا کافی وقت چاہتا ہے۔ اور قومیں کبھی یکدم کسی نئی بات کو قبول نہیں کر لیا کرتیں۔ مذہب کا فائدہ تو روحانی فائدہ ہے۔ اور بوجہ لطیف ہونے کے تیز نظر آدمی کو ہی نظر آ سکتا ہے۔ وہ عام فائدہ کی باتیں جنہیں انسان کے جسمانی فوائد مرکوز ہوتے ہیں۔ انکی اشاعت بھی مشکل سے ہوتی ہے۔ چیچک کے ٹیکے سے ہمارے ملک کو کس قدر فائدہ ہوا ہے۔ ہزاروں آدمی ہر سال اندھے ہو جاتے تھے۔ جو اس ٹیکہ کے سبب سے اس صدمہ سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے اسقدر مفید ہونے کے لوگ شروع شروع میں اسکی سخت مخالفت کرتے تھے۔ اور بچوں کو چھپاتے تھے۔ بیس تیس سال کے تجربہ اور تربیت کے بعد جا کر لوگ اسکے فائدہ کے قائل ہوئے ہیں۔ ریل اور تار کیسی مفید ایجادات ہیں۔ لیکن عرب لوگ ابتک ریل کے فوائد کے قائل نہیں ہو سکے۔ بار بار ترکوں نے ریل بنائی۔ اور انہوں نے توڑ دی۔ جاپان کس قدر ترقی یافتہ ملک ہے۔ لیکن اسکے ستسوما قبیلہ نے جس کا جاپان کی موجودہ ترقی میں بہت ساحصہ ہے اور جس کی ان تھک کوششوں کے نتیجہ میں جاپان کو غیر ملکی حکومتوں کے دخل سے آزادی حاصل ہوئی ہے۔ تار کے اجراء پر حکومت کی سخت مخالفت کی تھی۔ اور بزور شمشیر اس کے اس دخل کا مقابلہ کیا تھا۔ اور اسی طرح ریل کو اپنے علاقہ میں گھسنے نہ دیا تھا۔ اور یہ مخالفت اسقدر لمبے عرصہ تک رہی کہ ۱۹۰۰ء سے پہلے وہاں ریل نہ بنائی جا سکی۔ حالانکہ یہ قبیلہ شاہی فرمانبرداری میں سب قبائل پر فوقیت رکھتا تھا۔ اور اڈمیرل ٹوگو اور مارشل ٹاکاہاشی جیسے لائق آدمی اسمیں پیدا ہوئے۔ پس جب لوگ دنیاوی فوائد کو پرانی عادات کی بناء پر رد کر دیتے ہیں۔ تو روحانی خیالات کو جو ان کے دیرینہ خیالات کے خلاف ہوں۔ کیوں نفرت کی نگاہ سے نہ دیکھیں۔ اور کیوں ان کو رد نہ کریں۔ ایسے خیالات کی اشاعت کے لیے وقت چاہیئے خواہ اسلام کو یورپ مسلمانوں کے ایشیائی ہونے کے سبب سے نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔ خواہ اس سبب سے کہ یہ مذہب ان کے مذہب کے بعد پیدا ہوا ہے۔ مگر اسلام اگر سچا ہے تو وہ قدیم سنت کے مطابق ان کے خیالات پر غالب آ کر رہیگا اور یورپ کی نفرت کو محبت سے بدل کر رہیگا۔

یورپ پر اسلام کے غالب آنے کے آثار

چنانچہ ہم اسکے آثار ابھی سے دیکھتے ہیں۔ باوجود کہ یورپ کے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ شروع کئے ابھی زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ حق جو لوگوں میں تحقیق کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ایک ایک دو دو کر کے وہ اسکے قبول کرنے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔

اسلام کے مقابلہ میں ویدک دہرم نے کیا کیا

پروفیسر صاحب کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس مذہب کی نسبت ان کا خیال ہے کہ وہ قومی اختلاف کے سبب یورپ کے لوگوں میں اشاعت نہیں پا سکتا۔ وہ تو دنیا میں اپنی تبلیغی کامیابیوں کے شاندار نمونے خواہ وہ وحشی قومیں ہی کیوں نہ ہوں۔ دکھا بھی چکا ہے۔ لیکن جس مذہب کی حمایت میں وہ کھڑے ہوئے ہیں۔ اُسنے تو وحشی قوموں میں بھی کوئی کامیابی حاصل نہیں کی۔

کیا اسلام دُنیا کا آئندہ مذہب نہیں ہو سکتا

دوسری دلیل پروفیسر صاحب نے اسلام کے خلاف یہ دی ہے کہ وہ سائنس کے حملہ کی برداشت نہیں کر سکا۔ اور خود مسلمانوں کے ایمان متزلزل ہو گئے ہیں۔ اسلئے وہ دنیا کا آئندہ مذہب نہیں ہو سکتا۔

یہ سوال کہ دنیا کا آئندہ مذہب ہونے کے لئے کن شرائط کا پایا جانا کسی مذہب کے لئے ضروری ہے۔ ایک وسیع سوال ہے۔ لیکن میرے نزدیک پروفیسر رام دیو صاحب کے لیکچر پر غور کرتے وقت اسکو چھیڑنے کی ضرورت نہیں۔ اسوقت اسی قدر کافی ہے کہ اس سوال کے جس پہلو کو پروفیسر رام دیو صاحب نے پیش کیا ہے۔ اسپر روشنی ڈالی جائے۔

پروفیسر صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسلام اس لئے دنیا کا آئندہ مذہب نہیں ہو سکتا کہ اسکے پیروؤں میں سے تعلیم یافتہ طبقہ اس کی تعلیم میں اپنے لئے تسلی نہیں پاتا۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو کہ کسی مذہب کے چند افراد کا اس کی تعلیم پر تسلی نہ پانا اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ مذہب اب لوگوں کو تسلی نہیں دے سکتا۔

میرے نزدیک پروفیسر رام دیو صاحب کا ایک تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے اس قسم کا معیار پیش کرنا اس جماعت کی سخت ہتک ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہونگے کہ ان کے سامنے جس قدر لوگ بیٹھے تھے۔ وہ عقل اور خرد سے ایسے خالی تھے کہ انکے سامنے جو کچھ بھی بیان کر دیا جاتا وہ اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار تھے۔ میرے نزدیک ہر ایک تعلیم یافتہ انسان بلکہ ہر ایک انسان اس امر سے واقف ہے کہ ہر ایک مذہب اور عقیدہ کے لوگوں میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں کہ جو گو بظاہر ان کے ساتھ شامل ہوں۔ مگر باطن میں یا تو ان سے بالکل علیحدہ ہوتے ہیں یا اس کے بعض خیالات سے انکو اختلاف ہوتا ہے۔ پس ایک تعلیم یافتہ جماعت کے سامنے یہ دلیل پیش کرنی کہ چونکہ اس کے کروڑوں افراد میں سے ایک دو ایسے آدمی بھی ہیں۔ جو اسکی بعض تعلیموں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ اسلیئے اس مذہب سے اب دنیا کو ہدایت نہیں ہو سکتی۔ گویا انکی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے یا ان کی عقل اور انکی حق طلبی پر حرف گیری کرنا ہے۔

مُسلمان کہلا کر اسلام کے خلاف کہنے والوں کی حقیقت

پروفیسر رام دیو صاحب نے جن چند مسلمانوں کے اقوال کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ وہ دو حالوں سے خالی نہیں ہیں یا تو ان لوگوں نے اسلام کے خلاف جو باتیں کہی ہیں۔ اس سے انکی مراد یہ ہے کہ اسلام سچا مذہب نہیں ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل نہیں ہوا۔ اور یا ان کا یہ مطلب ہے۔ کہ دوسرے لوگ جو ان مسائل کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرتے ہیں وہ اسلام کے مطابق نہیں۔ بلکہ اسلام درحقیقت اس خیال کو پیش کرتا ہے جو انھوں نے بیان کیا ہے۔ اگر پہلی صورت ہے۔ یعنی وہ لوگ اسلام سے متنفر ہو گئے ہیں۔ اور اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے قائل نہیں رہے۔ اور قرآن کریم کو انسان کی تصنیف خیال کرتے ہیں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک فلسفی یا تجربہ کار مصلح سمجھتے ہیں تو پھر وہ لوگ مُرتد ہیں۔ اور کونسا مذہب ہے۔ جسمیں سے کبھی کوئی مُرتد نہیں ہوا۔ اور اگر

دوسری صورت ہے، یعنی وہ لوگ اسلام پر اعتراض نہیں کرتے۔ بلکہ ان کا یقین ہے۔ کہ اسلام کی جو تشریح دوسرے لوگ کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ اسکی تشریح وہ ہے۔ جو انہوں نے پیش کی ہے۔ تو پروفیسر صاحب بتائیں۔ کہ وہ کونسا مذہب ہے۔ جس کی تشریح کے متعلق اس کے ماننے والوں میں اختلاف نہیں۔ اور کیا وہ اس اصل کے ماتحت جو انھوں نے قائم کیا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب کو جنمیں آریہ سماج اور ویدک دہرم بھی یقیناً شامل ہو گا۔ جھوٹا سمجھ لینگے۔

تعصب کی پٹی

تعصب انسان کی آنکھ پر پٹی باندھ دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب کو اتفاقاً ان چند اختلافات پر اطلاع ہو گئی۔ اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اب اسلام مٹا۔ اور اس کا نشان دنیا سے غائب ہوا۔ کیونکہ بعض مسلمانوں نے بھی قرآن کریم یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کر دیا ہے۔ اور اس خوشی میں اس امر کو بھول گئے۔ کہ یہ دلیل نہیں۔ بلکہ صرف ایک تمنا ہے۔ جو نہ آج تک بر آئی ہے نہ آئندہ اس کے بر آنے کی کوئی صورت ہے۔

کیا پروفیسر صاحب کی دلیل سے آریہ مت سچا ثابت ہو سکتا ہے

اب میں پروفیسر صاحب کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اگر یہ دلیل جو انھوں نے پیش کی ہے۔ اسی نتیجہ پر پہنچاتی ہے۔ جو انھوں نے نکالا ہے تو خود آریہ مت بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ مثال کے طور پر میں آریہ سماج کے چند ممبروں کے اقوال پیش کرتا ہوں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج ایسے لوگوں سے پُر ہے۔ جو آریہ سماج کی تعلیم پر یقین نہیں رکھتے اور اسکو دنیا کے لئے کافی نہیں خیال کرتے۔

پہلی مثال

چنانچہ سب سے پہلے تو میں خود لالہ لاجپت رائے صاحب کو ہی لیتا ہوں۔ جن کے اخبار بندے ماترم میں پروفیسر رام دیو صاحب کے لیکچر کا خلاصہ چھپا ہے۔ یہ صاحب آریہ سماج کے ایک سرگرم ممبر تھے۔ بلکہ انھوں نے قریباً اپنی زندگی ہی اس کی ترقی کے لئے وقف کی ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ آریہ سماج کے متعلق جو خیال رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ میں ویدوں کو ایشور گیان نہیں مانتا۔ اپنے ضمیر کے مطابق ان کا پرچار نہیں کر سکتا۔ ویدک مشنری نہیں بن سکتا۔ حتیٰ کہ میں آریہ سماجی بھی نہیں کہلا سکتا۔

بقول آریہ اخبار ہمالہ ۱۳ر مئی ۱۹۲۰ء انھوں نے اپنے ایک مضمون میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ اب وید ہدایت کا کام نہیں دے سکتے۔ ان کا خیال چھوڑ دو۔

ان پرانی باتوں کو اگر جانے بھی دیا جائے۔ تو بھی ان کی وہی تقریریں جو انھوں نے اسی سال کے سماج کے جلسہ میں کی ہیں۔ اس امر پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہیں کہ وہ اب سماج کے اصول کے قائل نہیں۔ بندے ماترم اخبار کے اسی نمبر میں جس میں پروفیسر رام دیو صاحب کا لیکچر چھپا ہے۔ لالہ لاجپت رائے صاحب کے دو لیکچروں کا بھی ذکر ہے۔ ایک وہ لیکچر جو انھوں نے کالج پارٹی کے جلسہ میں دیا ہے اور ایک وہ مختصر لیکچر جو انھوں نے وچھو والی کے جلسہ میں دیا ہے۔ وچھو والی کے جلسہ میں جو کچھ انھوں نے بیان کیا۔ اس کا ایک فقرہ یہ ہے کہ "میں آریہ سماج کے اندر کام کروں یا نہ کروں لیکن آریہ سماج کے احسان کو کبھی نہ بھولونگا"۔ یہ احسان کوئی مذہبی احسان نہیں۔ بلکہ احسان سے مُراد وہ سیاسی خیالات ہیں۔ جو آریہ سماج مذہب کے پردہ کے نیچے پھیلاتی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں "شمالی ہندوستان کی بیداری کا باعث آریہ سماج کا کام ہے۔ اگرچہ یہ بیداری کافی نہیں۔ اور اس سے سوراجیہ حاصل نہیں ہو سکتا تاہم آریہ سماج نے زمین تیار کر دی ہے"۔ "آپ کو پالیٹکس میں جو کچھ روشنی نظر آتی ہے۔ یہ سب کچھ آریہ سماج کے پرچار کا نتیجہ ہے"۔ ان کے ان فقرات سے معلوم ہوتا ہے کہ آریہ سماج کے احسان سے انکی مراد سیاسی احسان ہے۔ ورنہ اس کے مذہبی اصُول سے دست بردار ہو چکے ہیں اور ویدوں کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔

کالج پارٹی میں ان کا جو لیکچر ہوا ہے اسمیں بھی انہوں نے یہ بیان کیا کہ "لوز ڈکنس ہندوستان پر اعتراض کرتا ہے کہ وہ قدرت کی طاقتوں سے بھاگتے ہیں۔ اور خوف زدہ ہو کر انکی عبادت کرنے لگتے ہیں۔ اور انہیں قابو میں لانے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہ اعتراض خواہ کبھی گذشتہ زمانہ میں صحیح نہ ہو۔ لیکن میری رائے میں پندرہ سو سال سے یہی ہماری تباہی کا باعث ہوا ہے"۔ انکے ان فقرات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہندو مذہب کی موجودہ حالت کو تو یقیناً قابل تسلی نہیں سمجھتے۔ اور پچھلے زمانہ کے متعلق ان کو شبہ ہے کہ آیا وہ بھی زمانہ حال کی طرح کا تھا یا اس سے اچھا تھا۔ اسی طرح وہ بیان کرتے ہیں کہ "بعض اصحاب کا یہ خیال غلط ہے کہ ہمارے پراچین رشی ہی لاثانی اور بے نظیر تھے۔ یورپ اور امریکہ میں اب بھی ایسے رشی ہیں۔ جو اپنی پاکیزگی بے غرضی اور روحانیت کے لحاظ سے ان قدیم رشیوں سے کسی طرح کم نہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیلے ڈاردن ہربرٹ سپنسر کی کی زندگی پاک نہیں۔ یا یہ پراچین رشیوں سے کسی طرح کم تھے"۔

کیا لالہ لاجپت رائے صاحب کے ان خیالات کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ آریہ سماج اب ماضی کا مذہب ہو گیا ہے۔ اور آئندہ اس سے کسی اصلاح کی امید رکھنا فضول ہے کیونکہ اسکے بڑے بڑے لوگوں پر یورپ کی علمی ترقی کا اثر ایسا گہرا پڑا ہے کہ اب وہ ان عقائد کو ترک کر بیٹھے ہیں جو اسکے مذہب نے بتائے ہیں۔ اگر کسی شخص کا خواہ وہ لیڈر ہی کیوں نہ ہو آریہ سماج سے کلی طور پر قطع تعلق کرنا یا اسکے بعض اصول کو ترک کر دینا اس امر کا ثبوت نہیں کہ آریہ سماج اب ایک مردہ مذہب ہو گیا ہے تو مسلمان کہلانیوالے کروڑوں آدمیوں میں سے اگر چند لوگ اسلام کے اصول کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کریں تو اس سے اسلام کے زمانہ ماضی کا مذہب ہو جائیگا ثبوت کہاں سے نکل آیا۔

دوسری مثال

دوسری مثال رائے بہادر لالہ مولراج صاحب ایم اے کی ہے۔ جو آریہ سماج کے ایک دیرینہ رکن ہیں۔ انکی نسبت پرکاش ۱۳ر جون ۱۹۲۰ء میں ایک صاحب نے شایع کرایا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ وہ وید کو نہ پہلے مانتے تھے۔ اور نہ اب مانتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے رشی دیانند صاحب سے بھی کہا تھا کہ وہ اس شرط کو کہ آریہ سماج میں داخل ہونے کے لئے وید کا ماننا ضروری ہے۔ نکال دیں تاکہ وید کو نہ ماننے والے بھی آریہ سماج میں شامل ہو سکیں۔ اب پروفیسر رام دیو صاحب بتائیں کہ اگر مسٹر خدابخش کے قرآن کریم کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ڈائری قرار دینے سے اسلام کے متعلق شبہ پڑ جاتا ہے۔ کہ وہ ضرورت زمانہ کو پورا نہیں کر سکتا۔ تو لالہ مولراج صاحب ایم اے کے وید نہ ماننے سے کیوں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وید بھی اب ضرورت زمانہ کو پورا نہیں کر سکتے۔

تیسری مثال

تیسری مثال لالہ منشی رام صاحب کی ہے جو گوروکل کانگڑی کے بانی کہلانے جاتے ہیں۔ اور جن کے ماتحت کام کرنے کا فخر غالباً پروفیسر رام دیو صاحب کو بھی ہے۔ لالہ منشی رام صاحب نے نیوگ کے عقیدہ کی نسبت جسے پنڈت دیانند صاحب ہندو مذہب کی تعلیمات میں شامل کرتے ہیں۔ بیان کیا کہ یہ نیچ اور گرے ہوئے لوگوں کا فعل ہے (دیکھو آریہ پتر کا لاہور) گو لالہ صاحب نے سنا ہے کہ بعد میں اپنے کلام کی تشریح کی۔ مگر وہ تشریح آریہ صاحبان کے عام

طریق عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے انکے بیان کو زیادہ نہیں سلجھاتی۔ کیونکہ آریہ صاحبان میں ایسے لوگ شاذ ہی پائے جاتے ہیں۔ جو نیوگ کی تعلیم پر علی الاعلان عمل کرنیکے لئے تیار ہوں۔ اور لالہ منشی رام صاحب تو عقلمند اور فہمیدہ آدمی ہیں۔ ان سے کم عقل کے آریہ صاحبان کو بھی میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس عقیدہ سے بیزار نظر آتے ہیں تو جب ان کی اس بیزاری کے باوجود پروفیسر صاحب کو آریہ مذہب دنیا کی ہدایت کیلئے کافی نظر آتا ہے۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ جب آریہ صاحبان نیوگ کو بیحیائی کہیں اور اس سے آریہ مت کی صداقت پر کوئی شبہ وارد نہ ہو۔ تو کیا وجہ ہے کہ کوئی مسلمان اگر کثرت ازدواج کو زنا قرار دیدے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا جائے کہ اسلام اسوقت دنیا کو تسلی نہیں دیسکتا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں ایک ہی قسم کی ہیں۔ بلکہ انہیں ایک ایسا فرق ہے۔ جو اسلام کے حق میں مفید ہے۔ اور وہ یہ کہ نیوگ کی تعلیم واقعہ میں بُری ہے اور کثرت ازدواج کی تعلیم حکمت سے پُر ہے۔ چنانچہ لالہ لاجپت رائے نے ۱۲ دسمبر ۱۹۲۰ء کے بندے ماترم میں پروفیسر رام دیو صاحب کے مضمون کے متعلق معذرت کرتے ہوئے کثرت ازدواج کی نسبت لکھا ہے کہ "میری ذاتی رائے میں اسلام کا قانون شادی نہ صرف زناکاری نہیں ہے۔ بلکہ بہت حد تک زناکاری کو روکتا ہے"۔ پھر خود ہندوؤں کے بڑے بڑے لوگ ایک سے زیادہ شادیاں کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی کرتے ہیں۔ لیکن انکی اولاد کو کوئی ولدالزنا نہیں کہتا۔ گو میں یقین رکھتا ہوں کہ نیوگ سے پیدا ہونیوالے لڑکے کو کوئی آریہ صاحب بھی اسی نظر سے نہ دیکھینگے جس نظر سے بیاہتا بیوی کے بچوں کو دیکھا جاتا ہے۔ پس اگر کسی مذہب کی ایک بُری بات کو بُرا کہنے سے اس مذہب کی صداقت پر پروفیسر صاحب کے نزدیک کوئی حرف نہیں آتا۔ تو کسی مذہب کی اچھی بات کو بُرا کہنے سے اس مذہب پر کیا اعتراض آئیگا۔

اگر بعض مسلمانوں نے کثرت ازدواج کو بُرا قرار دیا ہے۔ تو آج یورپ کے سینکڑوں نہیں ہزاروں آدمی اسی مسئلہ کو دنیا کی مشکلات کا حل سمجھنے لگ گئے ہیں۔ اور خود آریہ صاحبان کے بعض موجودہ اور پرانے ممبر بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ دکیل اخبار نے ایک آریہ پنڈت صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ مادی زندگی میں سخت پرہیزگاری کی اُمید کرنا عبث ہے۔ پھر اس کا حل سوائے کثرت ازدواج کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ لالہ لاجپت رائے صاحب نے بھی اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے۔ کہ دھرم شاستر بعض حالتوں میں خاوند کو اجازت دیتا ہے کہ ایک یا زیادہ بیویوں کی زندگی میں بھی اور شادی کرلے۔

چوتھی مثال

چوتھی مثال آریہ گزٹ کے ایڈیٹر صاحب کی ہے۔ جس نے بیوہ کے نکاح کے متعلق جسے پنڈت دیانند صاحب نے ناجائز قرار دیا ہے۔ لکھا ہے کہ ایسے حالات و واقعات کی موجودگی میں بھی اگر ودھوا وواہ (نکاح بیوگان) کی مخالفت کرتے ہیں تو نہ معلوم اور کتنی تباہی کے نظارہ وہ چاہتے ہیں۔ جو انکی آنکھیں کھول سکیں۔

آریہ صاحبان کے عقائد متزلزل ہو رہے ہیں

یہ مثالیں تو خاص آدمیوں کی ہیں۔ لیکن خود آریہ سماج کے لیڈروں اور انکی اخباروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آریہ سماج کے ممبروں کے عقائد عام طور پر متزلزل ہو رہے ہیں۔ اور عوام کے ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے لوگوں کے۔ چنانچہ آریہ اخبار کانپور گزٹ لکھتا ہے "آریہ سماج میں ایک شخص اگر پُنر جنم و درن بیوستھا مانتا ہے تو دوسرا نیوگ سے صاف منکر ہے۔ تیسرا اگر ویدوں میں جادو ٹونا ظاہر کرتا ہے تو چوتھا سوامی دیانند جی کے وید بھاشیہ کے خلاف آواز اُٹھاتا ہے۔ اس طرح سے کہ وہ اصحاب آریہ سماج کے جھنڈے داروں میں شامل کئے جاتے ہیں"۔

شاید کانپور گزٹ کی رائے پروفیسر صاحب کے نزدیک اسقدر باوقعت نہ ہو اسلئے ان کے رہنما ہم گورو کل کانگڑی کے سابق گورنر لالہ منشی رام صاحب جنکی ماتحت پروفیسر صاحب بھی کام کرتے رہے ہیں۔ کی رائے بھی پیش کر دیتے ہیں۔ لالہ منشی رام صاحب لکھتے ہیں "ہم بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنیوالوں سے واقف ہیں جو یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے۔ کہ ویدوں پر بیوقوف بشواش کرتے ہیں۔ ایشور وہ وانوں (عالموں) کے لئے کوئی چیز نہیں ہے۔ ایشور کا ماننا سرو سادھارن (عوام الناس) کے لئے اچھا ہے لیکن ہم آریہ سماج کو کام کرنیوالی سوسائٹی سمجھ کر بھاسد (ممبر) ہوئے ہیں۔ ...... ہمارے تعلیم یافتہ ممبر کہا کرتے ہیں کہ سپنسر اور بریڈلا کی زبان جاننے والے خدا نہیں مان سکتے"۔

اب پروفیسر صاحب بتائیں کہ جس جماعت کے تعلیم یافتہ اسکے لیڈر کے اپنے قول کے بموجب عمل میں نہیں۔ بلکہ عقیدہ میں۔ اور کسی معمولی عقیدہ میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کے عقیدہ میں اسکی تعلیم کے مخالف ہوں۔ اس کا کوئی فرد کسی دوسرے مذہب کے بعض افراد کی ایسی باتوں سے جو انہوں نے اپنے مذہب کے خلاف کہی ہوں۔ یہ استدلال کرنے کا کب مجاز ہو سکتا ہے کہ ایسا مذہب دنیا کے لئے تسلی دینے کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اب ہمارا مذہب تسلی دیگا۔

ہندو مذہب میں اختلاف کثیر

یہ تو آریہ سماج کا حال ہے اب میں ہندو مذہب پر مجموعی نظر ڈالتا ہوں۔ ہندو مذہب میں اسقدر اختلاف ہے کہ ابتک ہندو کی کوئی تعریف ہی نہیں ہو سکی۔ بڑے بڑے ہندوؤں نے ہندو کی تعریف کرنی چاہی مگر نہیں کر سکے۔ اور آخر تھک کے اقرار کیا کہ ہندو مذہب کوئی مذہب نہیں بلکہ سینکڑوں مذاہب جو اور مسلمانوں کے حملہ سے پہلے ہندوستان میں موجود تھے۔ انہوں نے غیر اقوام کے حملے کے مقابل جو اتحاد کیا تھا۔ اسی کا نام ہندو مذہب ہے۔ حملہ آور قوموں کے لوگ ہر ایک ایسے شخص کو جو بت کا پوجنے والا تھا۔ اپنے مقابل پر لڑتے ہوئے دیکھ کر انکے مذہبی اختلاف سے ناواقف ہونے کے سبب ہندو کہدیتے تھے۔ اور اس سے ہندو مذہب ایک نئی اصطلاح بن گئی۔ بلکہ ہندو قانون بھی درحقیقت انگریزی زمانہ کی ایجاد ہے۔ انگریزوں نے بعض تعلیم یافتہ ہندو مذاہب کی عام رسوم کو دیکھ کر ایک قانون تیار کر دیا۔ اور خیال کر لیا کہ سب ہندو اس کے پابند ہیں اور اسکو رائج کر دیا۔ اس سے ہندو قانون تیار ہو گیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض مسلمانوں کے لئے بھی اسوقت غلطی سے ہندو قانون وضع کر دیا گیا تھا۔ پس نہ ہندو مذہب کوئی مذہب ہے۔ بلکہ سینکڑوں مذاہب کا سیاسی مجموعہ ہندو مذہب پکارا جاتا ہے اور نہ ہندو قانون کوئی قانون ہے۔ بلکہ یہ قانون انگریزوں کا بنایا ہوا ہے۔ جنھوں نے اس ملک کے حالات سے ناواقف ہونے کے سبب بعض اقوام کے قانون کو ساری ہند کے غیر مسلم مذاہب پر جاری کر دیا۔ چنانچہ ابتک کئی اقوام ہندوستان میں ایسی موجود ہیں۔ جنھوں نے اس قانون کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اس قانون سے بچنے کے لئے وہ اپنے مقدمات کو انگریزی عدالتوں میں لیجاتے ہی نہیں۔ مسٹر پی ٹی سری نو اسا آئنگر ایم اے ایف ایل لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کے زمانہ میں کوئی ایسا ہندو قانون نہ تھا۔ جو سب ہندوستان پر حاوی ہو۔ کیونکہ اس ملک کی نہ دنیاوی حکومت ایک تھی نہ کسی ایک مذہبی انتظام سے وہ لوگ تعلق رکھتے تھے۔ پھر لکھتے ہیں کہ لاکھوں لاکھ آدمی ایسے ہیں جو عدالتوں میں اپنے مقدمات

لے بھی نہیں جاتے۔ بلکہ اپنے قومی قانون کے مطابق گھروں میں فیصلہ کر لیتے ہیں۔

ہندوؤں میں ویدوں کو نہ ماننے والی قومیں

ہندوؤں میں ایسی قومیں بھی پائی جاتی ہیں جو ویدوں کو نہیں مانتیں۔ چنانچہ جینی ویدوں کو نہیں مانتے۔ اسی طرح اور کئی قومیں ہندو کہلاتی ہیں۔ لیکن وہ ویدوں کو نہیں مانتیں۔ تو کیا ایک دو اشخاص کے مسلمان کہلا کر قرآن کریم کا انکار کرنے سے اگر یہ نتیجہ نکل آتا ہے۔ کہ قرآن کریم اب دنیا کو تسلی نہیں دے سکتا۔ تو لاکھوں نہیں کروڑوں آدمیوں کا ہندو کہلا کر ویدوں کا انکار کرنا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ وید بھی اب دنیا کو تسلی نہیں دے سکتے۔ شاید پروفیسر صاحب کہیں کہ جین مت تو ایک علیحدہ مذہب ہے۔ مگر اول تو میں امید نہیں کر سکتا کہ وہ ایسا کہہ سکیں۔ کیونکہ اسوقت کی سیاسی جدوجہد کی موجودگی میں جبکہ ہندو ان اقوام کو بھی اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جو خود اپنے آپکو ہندوؤں سے علیحدہ رکھنا چاہتے ہیں جیسے کہ سکھ۔ وہ ہرگز اس بات کا اعلان نہیں کرینگے کہ جینی ہندو نہیں ہیں بلکہ ہندوؤں سے ان کا علیحدہ مذہب ہے۔ لیکن اگر وہ یہ بھی کہدیں کہ یہ لوگ تو علیحدہ مذہب رکھتے ہیں تو یہی بات قرآن کریم کے ماننے والوں کی طرف سے بھی کہی جا سکتی ہے کہ جس وقت کسی شخص نے قرآن کریم کا انکار کیا۔ اسی وقت وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور مسلمان نہیں رہتا۔

ویدوں کے متعلق ہندوؤں کا پرانا فیصلہ

پروفیسر صاحب کو تو اس زمانہ میں چند آدمی ایسے ملے ہیں جنہوں نے اسلام کی تعلیمات کے خلاف قلم اٹھائی ہے۔ مگر میں انکی توجہ اسطرف پھیرتا ہوں۔ کہ اگر یہ اصل جو انھوں نے پیش کیا ہے۔ درست ہے تو پھر ہزاروں سال سے ویدک تعلیم دنیا کے لیے ناکافی ثابت ہو چکی ہے۔ کیونکہ یہ کروڑوں بدھ جو ہندوستان میں بستے تھے۔ اور کروڑوں جینی جو اب تک ہندوستان میں موجود ہیں۔ آج سے دو ہزار سال پہلے کے زمانہ سے ویدک تعلیم کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ یہ لوگ پہلے ہندو ہی تھے اور ویدوں کے ماننے والے تھے۔ کیونکہ بدھ اور جینی کہیں باہر سے نہیں آئے یہ دونوں مذہب ہندوستان میں ہی پیدا ہوئے۔ اور اسی ملک کے لوگوں نے انکو قبول کیا۔ پس آج سے دو ہزار سال پہلے کروڑوں کی تعداد میں ویدک تعلیم کو ماننے والے اپنے عمل سے اس امر کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ ویدک تعلیم دنیا کی روز افزوں علمی ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اور علوم جدیدہ کے حاصل کرنے والوں کے لئے تسلی کا موجب نہیں ہو سکتی۔

تازہ فیصلہ

یہ فیصلہ تو پرانا ہے۔ کئی کروڑ آدمیوں کا تازہ فیصلہ بھی اس کی تصدیق میں موجود ہے۔ ہندوستان میں جو مسلمان اسوقت موجود ہیں انہیں سے اکثر اسی ملک کے باشندہ ہیں۔ ان کا ویدوں کی تعلیم کو ترک کر کے اسلام کو قبول کر لینا کیا پروفیسر صاحب کے نزدیک اسی امر کا ثبوت ہوگا کہ ویدک تعلیم دنیا کی روز افزوں علمی ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اور اب لوگوں کی تسلی کے لئے کافی نہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو وہ دوسرے دلائل کو اس پیمانہ سے کیوں وزن کرتے ہیں جس پیمانہ سے وہ اپنے وزن کرنے کیلئے تیار نہیں۔ مگر میں انہی مثالوں پر بس نہیں کرتا۔ میں پروفیسر صاحب کو انکی نہایت واجب التعظیم لیڈروں کے اور ایسے ہی خیالات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ وہ ان پر غور کریں۔ اور اس دلیل کی طاقت کو دیکھیں۔ جو انھوں نے اسلام کے اثر کے خلاف دی ہے۔

ہندو مذہب کے متعلق ٹیگور کی رائے

مسٹر ستیندر ناتھ ٹیگور آئی سی ایس لکھتے ہیں کہ تم کوئی عقیدہ رکھو۔ خواہ دہریت کو اختیار کرو۔ تم ہندو مذہب سے خارج نہیں ہو سکتے۔ جس کے یہ معنے ہوئے۔ کہ ہندو مذہب کوئی حقیقت اپنے اندر مخفی نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک نام ہے جو اس نام کو اختیار کرے۔ وہ خواہ کوئی عقیدہ رکھے۔ وہ ہندو ہی ہے۔ اس تعریف کی موجودگی میں جو ایسے لایق آدمی نے ہندو مذہب کی کی ہے۔ کیا پروفیسر صاحب کہہ سکتے ہیں کہ ہندو مذہب دنیا کو تسلی دے سکتا ہے۔ مسٹر ٹیگور کے بیان کے مطابق تو کوئی خیال بھی دنیا میں پیدا ہو۔ ہندو مذہب اس کو غلط دیکھ کر اس کی اصلاح کرنے کی بجائے اسکے اختیار کرنے کی اجازت دیدیتا ہے۔ اس صورت میں ہندو مذہب نے دنیا کی اصلاح کی یا دنیا کے بڑھتے ہوئے علوم نے ہندو مذہب کی اصلاح کی۔

ایک اور ہندو کی رائے

رائے بہادر لالہ بیج ناتھ اخبار لیڈر میں لکھتے ہیں کہ ویدوں کو ماننا یا برہمنوں اور گائے کی عزت کرنا موجودہ ہندو مذہب کے اصول نہیں کہلا سکتے۔ کیونکہ یہ باتیں آج کل ہمارے خیالات پر قابض نہیں ہیں۔ پروفیسر صاحب بتائیں کہ جس مذہب نے اپنی کتاب اور اپنے بہترین اصول اپنے ماننے والوں سے نہ منوائے ہوں حتی کہ اسکے بڑے بڑے پیروکاروں کو ان اصول کو اصولوں کی فہرست سے خارج کرنا پڑا ہو۔ اس کی نسبت انہی کے مقولہ کے مطابق کیونکر کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ علوم کی بڑھتی ہوئی رَو کی موجودگی میں لوگوں کے قلوب پر تصرف رکھ سکتا ہے۔

ہندوؤں کا لاش دفن کرنا

ہندو مذہب میں لاش کا جلانا فرض ہے۔ جس کی تائید میں پنڈت دیانند صاحب نے بہت سے دلائل بھی دئے ہیں۔ اور لاش کو دفنانے والوں پر تمسخر بھی اُڑایا ہے۔ لیکن ہندوؤں میں سے جنگاما اور سنیاسی لوگ مُردہ دفن کرتے ہیں۔ یا جنگاما لوگ پانی میں لاش پھینک دیتے ہیں۔ اب کیا اس قوم کا یہ طریق عمل جو ہندو مذہب کی ہدایات کے خلاف ہے۔ کیا پروفیسر صاحب کے نزدیک اس امر کا ثبوت ہے کہ ہندو مذہب اب لوگوں کی تسلی کا موجب نہیں ہو سکتا۔

ظاہر میں ہندو دل میں مسلمان

آنریبل مسٹر گوکل چند اس کے پرچہ لکھتے ہیں کہ میں بہت سے خاندان ایسے جانتا ہوں۔ جو ظاہر میں ہندو ہیں۔ لیکن دل میں مسلمان ہیں۔ کیا ان کے اس بیان سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ زمانہ کی ترقی کے ساتھ ہندو مذہب ترقی نہیں کر سکا۔ کیونکہ اسکے ماننے والوں کو اس مذہب پر تسلی نہ ہوئی۔ اور اپنی ضمیر کا مقابلہ نہ کر کے انہوں نے خفیہ طور پر اسلام کو قبول کر لیا۔

گو اس بات کا یہاں تعلق نہیں۔ مگر میں ضمنی طور پر اس امر کے بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ آنریبل مسٹر گوکل چند صاحب کی یہ شہادت ہندو صاحبان کے اس اعتراض کا بھی قلع قمع کر دیتی ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ کئی خاندان دل سے اسلام لے آئے مگر وہ اپنے عقیدہ کو اپنے رشتہ داروں سے ڈر کر ظاہر نہیں کر سکے بلکہ یہ شہادت تو اس امر کا ثبوت ہے کہ اسلام کے اظہار کرنے میں لوگوں کو دقتیں ہوتی تھیں اور جبراً ان کو اس بات سے روکا جاتا تھا۔ تبھی تو کئی ہندو خاندانوں کو باوجود اسلام کی صداقت کا قائل ہو جانے کے اسکے اظہار کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور وہ اپنے ہم قوموں سے ڈر کر خفیہ خفیہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں اور ظاہرہ طور پر ہندو بنے ہوئے ہیں۔

ویدوں کے متعلق چند اور رائیں

اب میں پھر اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ پنڈت رگھناتھ جوشی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ایک شخص خاص حد تک ویدوں کے علوم سے زیادہ علوم بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ان پنڈت صاحب کے بیان کے مطابق وید تمام علوم کا مخزن نہیں ہیں۔ بلکہ ویدوں سے اوپر اور علوم بھی ہیں جو انسان حاصل کر سکتا ہے۔

راؤ بہادر دیوراؤ وناٹک صاحب کے نزدیک وید ہر زمانہ کیلئے کافی نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ اصلی ویدک تعلیمات اب رائج نہیں ہیں۔ اور شاستر اور سمرتی لکھنے والے عقلمند لوگ تھے۔ جنھوں نے اس زمانہ کی بدلی ہوئی حالت کے مطابق قواعد بنائے۔

بابو گووند داس صاحب کا خیال ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ یوگا کے سوا باقی پانچوں آستک خیالات کے سلسلہ خدا تعالیٰ کا ذکر تک نہیں کرتے۔

پروفیسر صاحب کونسی راہ اختیار کرینگے

ان حوالجات کے بعد میں نہیں سمجھ سکتا کہ پروفیسر صاحب ان دو راہوں کے سوا کسی تیسری راہ کو اختیار کر سکتے ہوں یا تو وہ یہ اقرار کریں کہ جس دلیل سے انھوں نے اسلام کے اثر کو ناقص ثابت کرنا چاہا تھا۔ وہ دلیل درحقیقت دلیل نہیں ہے بلکہ ایک بات تھی جو لیکچر کو مزیدار بنانے کے لئے پیش کر دی گئی تھی۔ اور صرف حاضرین کو خوش کرنا اس سے مقصود تھا۔ اور یا یہ تسلیم کریں کہ وہ دلیل تو درست ہے۔ گو اسلام کے خلاف وہ اس زور کے ساتھ پیش نہیں کیجا سکتی جسقدر کہ آریہ مذہب کے خلاف۔ اور قرآن کریم کے اثر کا نقص اس دلیل سے اسطرح ثابت نہیں ہوتا جسطرح کہ ویدوں کے اثر کا نقص معلوم نہیں پروفیسر صاحب ان دونوں راہوں میں سے کونسا راہ اختیار کریں مگر میں انکو بھی مشورہ دونگا۔ کہ جو سچی بات ہے۔ وہ اسی کو قبول کرلیں۔ کیونکہ آریہ سماج کے نیموں میں سے ایک یہ نیم بھی ہے کہ ستیہ کا گرہن کرنا اور استیہ کا چھوڑنا اور وہ سچی بات یہی ہے کہ یہ دلیل جو انھوں نے پیش کی تھی۔ دلیل ہی نہیں ہے۔ بلکہ ایک چٹکلہ ہے جو جہلاء کو خوش کرنے کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور میں اُن سے اُمید کرتا ہوں کہ وہ آیندہ اس قسم کے دلائل کو پیش نہ کیا کریں گے۔ اور ایسے دلائل کو پیش کر کے ویدک مت کی صداقت کو ثابت کرنیکی کوشش کرینگے جو تنقید کو برداشت کر سکیں یا کم سے کم اس طرح بالبداہت باطل اور بے اصل نہوں۔

بعض لوگوں کے کسی عقیدہ کے انکار کرنے کی وجوہات

گو یہ جوابات جو میں نے دئے ہیں۔ الزامی جوابات ہیں۔ لیکن پروفیسر صاحب کی پیش کردہ دلائل کا جواب الزامی کے سوا اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ انھوں نے اپنے دعوئ کی کوئی دلیل دی ہی نہیں ہو تو اسے رد کیا جائے۔ جن لوگوں کے اقوال انھوں نے نقل کئے ہیں۔ انکے دعوؤں کی بھی کوئی دلیل نہیں دی۔ پس انپر بھی اس مضمون میں بحث نہیں کی جا سکتی۔ ہاں میں اس دلیل کے متعلق جو پروفیسر صاحب نے پیش کی ہے۔ انکی توجہ منعطف کرانی چاہتا ہوں۔ پروفیسر صاحب کو یاد رہنا چاہیئے۔ کہ کسی خیال یا عقیدہ کو بعض لوگوں کا نہ ماننا اسکے جھوٹے ہونے کی علامت نہیں ہوتا۔ لوگوں کا انکار ہمیشہ اس عقیدہ کے جھوٹا ہونے کا شاہد نہیں ہوتا۔ بلکہ انکی کئی وجوہ ہوتی ہیں۔ کبھی لوگوں کا انکار اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گو وہ بات جس کا انکار کیا جاتا ہے سچی تھی۔

پہلی وجہ مگر اسکے پیش کرنیوالے قابل لوگ نہ تھے۔ پس اسکے منکروں نے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے لوگوں کو پھسلا لیا۔ اور وہ منکر ہو گئے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب اس امر کو تسلیم کرینگے کہ انکے عقیدہ کے مطابق ویدک توحید پچھلے زمانہ میں ہندوستان سے اسی طرح مٹی تھی۔ پنڈت دیانند صاحب سے پہلے ہندوستان میں بت پرستی ہی ہندوؤں کا شعار تھا۔ پنڈت صاحب نے ہندوؤں میں ایک ایسی جماعت قائم کی جو ایک طرف بتوں سے بیزار تھی تو دوسری الہام کی بھی قائل تھی۔ پنڈت صاحب کا یہ بھی عقیدہ تھا اور سب آریوں کا عقیدہ ہے کہ ویدوں میں توحید ہی کی تعلیم ہے اور پہلے ہندو موحد ہوا کرتے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ موحد ہندوستان مشرک کیونکر ہو گیا۔ آریہ صاحبان اس کا یہی جواب دینگے کہ آہستہ آہستہ لوگوں میں برائیاں پھیلتی گئیں اور سچی تعلیم کو وہ چھوڑتے چلے گئے جسکے دوسرے لفظوں میں یہی معنی ہونگے۔ کہ گو توحید کی تعلیم اصلی تھی۔ مگر اسکے قائم رکھنے والے لوگ ایسے قابل نہ تھے کہ لوگوں کو اسپر قائم رکھ سکتے۔ اور لوگ شرک کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پس ایک وجہ کسی سچے عقیدہ یا خیال سے لوگوں کے منکر ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ اسکے قائم رکھنے اور اسکی تبلیغ کرنیکے لئے لائق لوگوں کی کمی ہو جاتی ہے یا وہ بالکل مٹ جاتے ہیں۔

دوسری وجہ دوسری وجہ کسی عقیدہ یا خیال کے ترک کرنیکی یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگ جو منکر ہوتے ہیں انکو تائیدی دلائل سُننے بغیر اسکی مخالفوں کی باتوں کو سنتے ہیں اور انکی باتیں آہستہ آہستہ انکے دل پر ایسا اثر کر جاتی ہیں کہ وہ مخالف خیالات ان کا اصل عقیدہ ہو جاتے ہیں اور جو انکا آبائی عقیدہ تھا وہ انکے نزدیک جدید خیالات کیطرح ہو جاتا ہے جسکو وہ تعصب کیوجہ سے نہ قبول کر سکتے ہیں اور نہ اسپر غور کر سکتے ہیں۔

تیسری وجہ تیسری وجہ کسی عقیدہ کے ترک کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی کمزوری کیوجہ سے اسکے مطابق عمل نہیں کر سکتا اور اپنی اس کمزوری کے اظہار سے بھی ڈرتا ہے پس اپنے عیب کے چھپانے کیلئے وہ اس عقیدہ کا ہی انکار کر دیتا ہے۔

چوتھی وجہ چوتھی وجہ کسی عقیدہ کے انکار کی یہ ہوتی ہے کہ بعض دفعہ انسان دوسروں کے رعب میں آجاتا ہے اور بغیر اپنے خیالات کی صحت یا انکی غلطی پر غور کرنیکے محض رعب کیوجہ سے انکے خلاف بیان کرنے لگ جاتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ خیال کر لیتا ہے کہ کیا ایسے عقلمند لوگ غلطی کر سکتے ہیں۔

پانچویں وجہ پانچویں وجہ کسی عقیدہ کے انکار کی یہ بھی ہوتی ہے کہ کوئی ایسا علم ایجاد یا دریافت ہوتا ہے جو انکے خلاف نظر آتا ہے اور انسان خیال کر لیتا ہے کہ میرا عقیدہ اس علم کے خلاف ہے۔ حالانکہ وہ علم ابھی ناقص ہوتا ہے اور بسا اوقات آیندہ تحقیقات اس بات کو ثابت کر دیتی ہیں کہ اس سے جو استدلال کیا گیا تھا۔ غلط تھا۔ چنانچہ ایسی بیسیوں باتیں ہیں کہ جنکو یورپ نے بعض جدید علوم کی بنا پر ترک کر دیا لیکن مزید تحقیقات سے ثابت ہوا کہ ان کا استدلال غلط تھا۔ اور اس ادھورے علم سے جو نتیجہ انھوں نے نکالا تھا۔ اسکے مکمل ہونے پر اسکی غلطی ان پر ثابت ہو گئی۔

چھٹی وجہ چھٹی وجہ کسی عقیدہ کے انکار کی یہ ہوتی ہے کہ انسان اس عقیدہ کو باطل سمجھکر نہیں بلکہ اغراض اور فوائد کی وجہ سے چھوڑ دیتا ہے۔ کبھی مال کی لالچ کیوجہ سے کبھی اس عقیدہ کے پھیلانیوالوں سے جھگڑا ہو جانے کے سبب۔ کبھی عزت کی خاطر کبھی دوستوں کو خوش کرنیکے لئے۔

ساتویں وجہ ساتویں وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ واقعہ میں وہ عقیدہ جسے انسان ترک کرتا ہے غلط ہی ہوتا ہے اور انسان پر اسکی غلطی کھلجاتی ہے اسلئے وہ اس کا انکار کر دیتا ہے۔

پروفیسر صاحب کے نتیجہ نکالنے میں غلطی

غرض بعض لوگوں کے کسی عقیدہ یا مذہب کے ترک کر دینے سے یہی نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ عقیدہ یا مذہب ہی کمزور ہے بلکہ بسا اوقات اس ارتداد کا باعث اس عقیدہ کا غلط ہونا نہیں بلکہ اسکا انکار کرنیوالوں کی کمزوری یا کوتاہی یا بدنیتی یا غلطی ہوتا ہے۔ اور جب کبھی نہ سبب سے پھر نیوالوں کے اقوال کو اس مذہب کی کمزوری کے ثبوت میں پیش کیا جائے تو مدعی کا یہ بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ ثابت کرے کہ یہ ارتداد اس مذہب کی کمزوری کے سبب ہے نہ کہ کسی اور سبب سے۔ مگر پروفیسر رام دیو صاحب نے

ایسا نہیں کیا۔ بلکہ چند لوگوں کے خیالات پیش کر کے جھٹ نتیجہ نکال لیا ہے کہ اسلام اس زمانہ کے لوگوں کی تسلی نہیں کر سکتا۔

میں یہ جوابات اس بات کو فرض کر کے دیتا ہوں کہ پروفیسر صاحب نے جو کچھ مسٹر خدا بخش صاحب اور سید امیر علی صاحب اور مسٹر مظہر الحق صاحب اور مسٹر یوسف علی صاحب کی نسبت لکھا ہے وہ درست ہی ہے۔ لیکن مجھے یہ تسلیم کرنے کی کافی وجہ ہے کہ ان لوگوں کے خیالات کے اظہار میں بھی پروفیسر صاحب کو غلطی لگی ہے۔ مگر چونکہ پہلے دو صاحبوں کی تصنیفات اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہیں اور دوسرے دو صاحبوں کی تقریر کا حوالہ پروفیسر رام دیو صاحب نے نہیں دیا اس لئے میں اس امر کی نسبت کچھ تحریر نہیں کر سکتا کہ جو کچھ انہوں نے ان صاحبان کی نسبت لکھا ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں۔ ہاں نفس امر کے متعلق اپنا عقیدہ بتاتا ہوں۔

میں قرآن کریم پر عقلی یا نقلی اعتراض کرنیوالوں کو جواب دے سکتا ہوں

میرے نزدیک قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اس کا ایک ایک لفظ اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ اور اس بات میں صرف عقیدۃً ہی نہیں مانتا۔ بلکہ اس بات پر مجھے کامل یقین ہے۔ اور یہ یقین اس امر کا نتیجہ نہیں کہ میں مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوا ہوں۔ بلکہ اس یقین کی بنا دلائل اور علمی شواہد پر ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر اس شخص کے اعتراضات کے جواب دے سکتا ہوں جو قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا منکر ہو خواہ وہ اعتراضات عقلی ہوں یا نقلی۔

میں فرشتوں کے متعلق اعتراض کرنیوالوں کو جواب دے سکتا ہوں

اسی طرح میرا یقین ہے کہ فرشتے خیالی یا وہمی وجود نہیں ہیں بلکہ ان کا وجود عالم خیال سے باہر بھی موجود ہے۔ اور قرآن کریم نے فرشتوں کی نسبت جو کچھ بیان فرمایا ہے اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ اور اگر کسی شخص کو انکے وجود کے خلاف کوئی اعتراض ہو۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسکے شکوک کا ازالہ کر سکتا ہوں۔ اور فرشتوں کا وجود میں صرف اسلئے ہی نہیں مانتا کہ قرآن کریم میں انکا ذکر پڑھا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل اور احسان سے میں نے خود بھی انکی ملاقات کی ہے۔ اور ان سے کئی علوم سیکھے ہیں۔ اور انکا انکار ایسا ہی ہے جیسا کوئی نابینا سورج کی روشنی کا انکار کرے۔ جب تک انسان کی روحانی آنکھیں نہ ہوں وہ کیا اس بات کا اہل ہو سکتا ہے کہ روحانی وجودوں کو دیکھ سکے۔

رسول کریم نے ایک آن کیلئے بھی کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنایا

میرا اس بات پر بھی یقین ہے کہ بعثت کے بعد تو الگ رہا بعثت سے پہلے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آن کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہیں بنایا اور جو لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے کبھی بھی مشرکوں کے کہنے سے انکے تین دیوتاؤں کو مان لیا۔ وہ تاریخ سے ناواقف اور حقیقت سے جاہل ہیں وہ اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کریں تو ہم باہر کے نہیں۔ خود انکے دیئے ہوئے دلائل سے ہی ان کے دعویٰ کا باطل ہونا ثابت کر دینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اسلام تمام دنیا کیلئے ہے

میں اس بات پر بھی یقین رکھتا ہوں کہ اسلام عرب کے نیم وحشیوں کیلئے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین متمدن لوگوں کیلئے بھی مفید ہی نہیں۔ بلکہ ضروری ہے۔ اور میں اس شخص کے اعتراضات کا جواب دینے کیلئے تیار ہوں جو اسلام کا حلقۂ اثر صرف نیم وحشیوں تک محدود رکھتا ہے اسلام عملی طور پر یورپ اور ایشیاء کے متمدن ممالک یعنی یونان کے علاقوں ایران اور ہندوستان کی اصلاح کر کے ثابت کر چکا ہے کہ وہ تہذیب کا دعویٰ کرنیوالے ممالک کے لئے بھی ویسا ہی ضروری ہے جیسا کہ غیر متمدن لوگوں کیلئے۔ اور اگر کسی کو عقلاً اس امر پر کوئی اعتراض ہو تو وہ پیش کرے۔ اگر اسکے اعتراضات تنقید کی کسوٹی پر سچے ثابت ہوں۔ تب جو چاہے دعویٰ کرے۔

اسلامی پردہ نیکی کے قیام کا بہترین ذریعہ ہے

میں اس بات پر بھی یقین کرتا ہوں کہ اسلامی پردہ نیکی اور تقویٰ کے قیام کے لئے بہترین ذریعہ ہے۔ اور میں مشتاق ہوں کہ اس شخص کے دلائل سنوں۔ جسے اسپر کوئی اعتراض ہو۔

مسئلہ کثرت ازدواج

میں کثرت ازدواج کا نہ صرف قائل ہوں بلکہ اس پر عامل ہوں۔ اور میرے نزدیک اسلامی احکام کے ماتحت ایک سے زیادہ نکاح کرنے نہ صرف یہ کہ زناکاری نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی بردباری قربانی ایثار اور تقویٰ کی علامت ہے۔ اور کوئی عیاش انسان ان قواعد کے ماتحت دوسرا نکاح کر ہی نہیں سکتا۔

صرف اللہ اللہ کرنا

خالی اللہ اللہ کا ذکر کرنا اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی مسلمان ہندوؤں کی دیکھا دیکھی ایسا کرتا ہے تو وہ ایسا ہی ہے جیسے کئی ہندو مسلمانوں کی قبروں پر جا کر سجدہ کرتے ہیں۔

گوشت خوری

گوشت کو میں ان خوراکوں میں سے سمجھتا ہوں جو انسان کیلئے مضر نہیں بلکہ مفید ہیں۔ اور اسلام نے جو اسکو حلال کیا ہے۔ اس حکم کو میں نہایت ہی پرحکمت سمجھتا ہوں۔ اور جس شخص کو اسکے غیر قدرتی غذا ہونے کا خیال ہو۔ اسکے دلائل معلوم ہونے پر اسکے اعتراضات کو وہم اور خیال ثابت کرنیکے لئے تیار ہوں۔ انشاء اللہ۔ اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ گوشت انسان کی قدرتی غذا نہیں میرے نزدیک وہ ایسا ناواقف ہے کہ قدرتی غذا کے معنی بھی نہیں سمجھ سکتا۔ ہر وہ غذا جو غذا کا کام دے سکتی ہے۔ اور انسان کے جسم کی نشوونما اس سے ہو سکتی ہے اور زہر نہیں ہے۔ وہ قدرتی غذا ہے۔ اسکو غیر قدرتی کہنا جاہل کا کام ہے۔ قدرتی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جسکے بغیر گذارہ نہ ہو سکے۔ کیونکہ ایسی کوئی بھی غذا نہیں۔ جسکے بغیر انسان زندہ نہ رہ سکے۔ بعض ممالک کی اصل غذا گیہوں ہوتی ہے۔ بعض دوسرے ممالک کے لوگ گیہوں کو اسطرح ہضم نہیں کر سکتے جسطرح چاول کو۔ بعض اور اقوام جوار کا زیادہ استعمال کرتی ہیں بعض زیادہ تر گوشت اور دودھ پر گذارہ کرتی ہیں۔ پس ایسی کوئی بھی غذا نہیں جسکے بغیر گذارہ ہی نہ ہو سکے۔ اور اگر اس اصل سے کسی غذا کو قدرتی قرار دیا جائے تو کوئی غذا بھی قدرتی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر گوشت کو قدرتی غذا نہ کہنے کی وجہ کوئی یہ دلیل ہو کہ انسانی آنتیں گوشت خور جانوروں کی طرح نہیں ہیں تو یہ دلیل بھی باطل ہے کیونکہ انسان گوشت خور جانور نہیں ہے یہ خیال خود باطل ہے کہ ہر ذی روح کو یا گوشت خور ہونا چاہیئے یا سبزی خور۔ انسان نہ گوشت خور ہے نہ سبزی خور۔ اسکو اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کے استعمال کرنے کی طاقت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں چیزوں کو ہضم کر لیتا ہے ورنہ وہ جانور جو صرف ایک چیز کھانے کی طاقت رکھتے ہیں دوسری چیز یا تو استعمال ہی نہیں کرتے یا اسکے استعمال سے ہلاک ہو جاتے ہیں یا متواتر استعمال سے ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ پس گوشت کو غیر قدرتی غذا قرار دیکر اسلام پر حملہ کرنا نادانی کا فعل ہے۔

پرہیزگاری اسلامی احکام پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے

میرا یہ بھی یقین ہے کہ پرانوں اور رامائن کے پڑھنے سے نہیں بلکہ اسلامی احکام پر عمل کرنے سے سچی پرہیزگاری نصیب ہوتی ہے۔ اور میں اس بات کا مشتاق ہوں کہ وہ باتیں معلوم کروں۔ جو رامائن میں ایسی موجود ہیں کہ جن سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے لیکن قرآن کریم اور احادیث اور اسلامی لٹریچر میں موجود نہیں۔ میرے نزدیک تو ہندوؤں کی ان مذکورہ بالا کتب میں ایسی کوئی بات نہیں مل سکتی جو پاکیزگی کا باعث ہو۔ مگر اسلام میں موجود نہ ہو۔ ہاں ایسی باتیں ضرور مل جاوینگی جو ان کتب میں موجود ہیں۔ اور خود ہندو صاحبان بھی دل سے یہی پسند کرینگے کہ کاش یہ نہ ہوتیں۔

پروفیسر صاحب اسلامی مسائل کے خلاف جو دلائل رکھتے ہیں پیش کریں

اپنے عقیدہ کے بیان کے بعد میں پروفیسر صاحب سے امید کرتا ہوں کہ یہ باتیں جو انھوں نے اسلام کی کمزوری ثابت کرنیکے لئے پیش کی ہیں۔ ان کے متعلق اگر کوئی دلیل ان کے پاس ہے یا ان لوگوں کے پاس ہے جنکی مدد انہوں نے حاصل کی ہو تو اسکو پیش کریں میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا جواب دینے کیلئے تیار ہوں اور اس امر کو یقینی دلائل سے ثابت کرنیکے لئے تیار ہوں کہ علوم کی ترقی اور سائنس کے انکشافات اگر کسی مذہب کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تو وہ صرف اسلام ہے۔ یہی مذہب ہے جو ہر زمانہ کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہے اور پورا کرتا رہیگا۔ تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب کو وہ چند لوگ تو نظر آگئے جو ان کے صوبے سے باہر رہتے تھے۔ اور جو اسلام کے بعض مسائل پر معترض تھے۔ اور اس سے انہوں نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اسلام ہر زمانہ کی

سالانہ جلسہ کے لئے چندہ کی اپیل

برادران سلمکم اللہ وعافاکم ورضی عنکم وارضاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امسال بھی سکرٹری جلسہ سالانہ مجھے مقرر کیا گیا تھا اور میرا خیال تھا کہ اس سال گذشتہ سالوں کی طرح میں جلسہ کے لئے اجناس اور روپیہ کی تحریک نہیں کروں گا۔ اور میرے اس ارادہ کے بعض اسباب تھے۔ مگر خرید اجناس کے لئے جس قدر روپیہ کہ انجمن نے منظور فرمایا تھا۔ اس کے ہم نے ۱۰ بل تجویز کئے تھے۔ اور پہلا ہی بل جب دفتر محاسب میں گیا۔ تو روپیہ نہ ہونے کا جواب ملا۔ تو اس سے مجھے اپنا پہلا ارادہ بدلنا پڑا۔

اس میں شک نہیں ہے۔ کہ اس سال جماعت پر بار بار مالی گراں بار پڑا ہے۔ جس پر نظر کرتے ہوئے مانگنے والے کی نظر شرما جاتی ہے۔ اور اگر وہ احمدی نہ ہو۔ تو ضرور اس کی امید یاس سے مبدل ہو جاتی۔

مگر جب مانگنے والا احباب پر نظر کرتا ہے کہ جن سے میں مانگ رہا ہوں۔ وہ ان صحابہ کرام کے قائم مقام اور جانشین ہیں۔ جو کہ ینفقون فی سبیل اللہ اور یطعمون الطعام علی حبہ اور یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کے تھے۔ جنھوں نے اپنے ایثار مال وجان سے دوست و دشمن پر ثابت کر دیا کہ انہوں نے خدائے ذوالجلال کی رضا پر جو اپنے مال وجان بیع (فروخت) کئے تھے۔ اسکو انہوں نے ایسے کامل اور دائم طور پر ایفا کر دیا ہے جس کی نظیر کسی قوم میں پائی نہیں جاتی۔ یہی نہیں۔ بلکہ یہ ان کے ہمرنگ ہیں۔ جنھوں نے زندگی کے ہر ایک شعبہ میں یہ ایثار اشتراک ملی کے اصول پر کر دکھایا ہے۔ یعنی انہوں نے مساکین کو اور یتامیٰ وغیرہم کو اس نیت سے نہیں دیا کہ ان کی پرورش خلیفہ کے یا کسی اور کے ذمہ ہے مگر ہم بھی کچھ امداد دیدیتے ہیں۔ بلکہ اس عقیدہ سے دیا کہ ان کی پرورش ہمارے ذمہ ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے مساکین و یتامیٰ ہیں۔ اور اسلئے جنگوں میں اپنے مال وجان نہیں صرف کئے۔ کہ اعدا کو زیر کرنا خلیفہ کے ذمہ ہے مگر ہم خلیفہ کی امداد کر دیتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اس یقین سے جنگوں کے ساتھ خطرات برداشت کئے ہیں کہ اعداء کا زیر کرنا ہمارا فرض اور ہمارا کام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جو دوسرے کا فرض سمجھ کر کریگا اس کا عمل بہت کمزور ہوگا پر جو اشتراک ملی کے اصول پر ملت کے ہر ایک کام کو اپنا کام اور اپنا فرض سمجھ کر کرے گا۔ اس کا عمل اور ہی رنگ رکھیگا۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ صحابہ کے اس اشتراک ملی کے اصول پر جب تک مسلمانوں میں عمل رہا۔ تب تک ان کی شان وشوکت ترقی پر رہی۔ لیکن جس وقت سے اس کو انہوں نے ترک کر دیا۔ اسی وقت سے ان کو تنزل کا منہ دیکھنا پڑا۔ تو جب مسلمانوں کا تنزل حد کو پہنچ گیا۔ تو خداوند کریم نے اپنے وعدہ کے مطابق حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرما کر (جن کی بعثت کو پہلے سے وہ قرآن مجید میں حضرت خاتم النبیین کی بعثت قرار دے چکا ہے۔ پہلے کی طرح پھر اشتراک ملی کا سبق دیا۔ پس اسکو دیکھتے ہوئے مانگنے والے کو جرات ہوتی ہے اور اس کی امید نہایت قوی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان سے مانگنے لگا ہوں۔ جو صحابہ کرام کی طرح بے نظیر ایثار رکھتے ہیں۔ اور جو اس کام کو کہ جس کیلئے میں مانگتا ہوں اشتراک ملی کے طور پر اپنا کام یقین کرتے۔

جلسہ سالانہ کی بنیاد خود خدا کے برگزیدہ مسیح نے ڈالی اور ہر سال خلیفہ وقت کے ارشاد کے ماتحت ہوتا ہے مگر اشتراک ملی کے طور پر یہ جلسہ ہر ایک احمدی کا ہے جو مہمان جلسہ پر آتے ہیں۔ وہ ہر ایک احمدی کے مہمان ہوتے ہیں پھر اس کے مہمان کون آتے ہیں۔ وہ جو صحابہ افضل الرسل کے قائم مقام اور ہمرنگ ہیں۔ اور جو خدا کے مسیح کی تحریر کے مطابق ابدال ہیں۔ پس کوئی احمدی ہے۔ کہ وہ اپنے ایسے عزیز مہمانوں کی مہمان نوازی میں کوتاہی کرے۔

ہر ایک امر کا ایک وقت ہوتا ہے۔ نہ یہ روپے رہینگے اور نہ روپیوں والے۔ پس موقعہ ہے کہ جس قدر ان عزیز وجود مہمانوں کی مہمانداری میں کچھ صرف کیا جائے۔ ہر ایک کو یہ موقعہ نہیں مل سکتا کہ یہ برگزیدہ مہمان اسکے گھر پر جمع ہوں یا اس کو ان سب کی مہمان نوازی اور خدمت کا موقعہ ہاتھ آئے۔ لیکن یہی سالانہ جلسہ ہے۔ جس پر یہ آرزو پوری ہو سکتی ہے۔ پس احباب کو چاہیئے کہ دل کھولکر اس نیت سے اس موقعہ پر چندہ دیں۔ اور جنکو خداوند تعالیٰ نے توفیق دی ہوئی ہے۔ وہ اجناس مندرجہ ذیل میں کوئی جنس یا اس کا کچھ حصہ اپنے ذمہ لیں۔ ایسے خاص مواقع پر درستی نیت کے ساتھ صرف کرنے پر علاوہ اخروی اجر کے دنیا میں دس گنا سے بھی زائد بہت جلد مل جاتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ جو احباب حسن ارادت کے ساتھ اس موقعہ پر صرف کرینگے۔ وہ بشرط توجہ میری بات کی بہت جلد تصدیق کرینگے احباب کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ جلسہ سالانہ کا خرچ اب ہزاروں سے دہاکوں تک جا پہنچا ہے۔ اور ہر سال جس قدر چندہ اس خرچ کے لئے جمع ہوتا ہے۔ وہ اصل خرچ سے بہت کم رہتا ہے۔ لہذا اس سال احباب کوشش فرمائیں کہ یہ چندہ اصل خرچ سے اگر زائد نہ ہو۔ تو کم از کم برابر تو ضرور ہو۔ دوم یہ عرض ہے۔ کہ روپیہ جمع نہ ہونے کے باعث سخت ضرورت ہے۔ کہ احباب بہت ہی جلد چندہ اخراجات جلسہ سالانہ ارسال فرمائیں۔ اور اس خیال کو ترک فرما دیں کہ اب جلسہ قریب ہے۔ جلسہ پر دیتے ہوئے آئینگے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم میری اس عرض میں تاثیر ڈالے تاکہ احباب کے دلوں کو اس کار خیر کی طرف پھیر دے۔ اور پھر دل کھولکر اس میں حصہ لیں اور جلد تر لیں۔ اور بشرط علم انشاء اللہ ضرور ان احباب کے لئے دعا کروں گا۔ جو میری اس عرض پر توجہ فرمائینگے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ جناب محاسب صاحب کے ذریعہ سے مجھے اس کا علم ہوتا رہیگا۔

۲۴۔ دسمبر کو جمعہ ہے۔ اور ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ جلسہ کی تاریخیں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے مقرر فرمائی ہیں۔ امید ہے کہ احباب خود بھی جلسہ سالانہ کے برکات سے مستفیض ہونے کے لئے تشریف لائینگے اور دوسروں میں تحریک کرینگے۔ کہ جو مستطیعوں کی کرایہ وغیرہ سے امداد فرمائینگے۔ اور کچھ شریف غیر احمدیوں کو بھی اپنے ہمراہ لاکر اجر عظیم حاصل کرینگے۔

فہرست اجناس ذیل میں درج ہے۔

آٹا	۳۰۰ بوری	تیل مٹی	۳۰ کنستر
دال ماش	۳۰ من	ہلدی	۴ من
دال نخود	۱۰ من	دیاسلائی	۱۲ درجن
دال مسور	۸ من	چٹائیاں	۵۰ عدد
گھی	۱۱ من	دستر خوان	۵ تھان
چاول موٹے	۱۲ بوری	لمپ دیوار گیر	۳۰
" باریک	۸ بوری	ہری کین	۳۰
نمک	۱۲ من	چمنیاں	۴۰
مرچ	۳ من	سیاہی	
گرم مصالحہ	۲ من	قلم دوات	
چائے	۴ سیر	کاغذ	
آلو	۲۰ من	بالٹیاں برائے سالن	۵۰
شلغم	۵۰ من	چمچے برائے تقسیم سالن	۱۰۰
لسن من - پیاز ۱۰ من		قفل	۵۰ عدد
دھنیا خشک ۱ من - اورک ۱ من		رسے	۱۰ عدد

خاکسار

سید محمد سرور شاہ - منتظم جلسہ - قادیان

(اشتہارات)

ہر ایک اشتہار کے مضمون کا ذمہ دار خود مشتہر ہے نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور آپ کے خلیفہ اول حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا معتقد ممیرا اور حضرت خلیفہ اول رض کا بتایا ہوا

سُرمہ ممیرا اور ست سلاجیت

اصلی ممیرا ایک ایسی چیز ہے جو امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور ایک مجمع کے سامنے مسجد مبارک میں ممیرا پیش کیا۔ آپ نے اسے بہت پسند فرمایا اور فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے۔ جس سے لوگ ہزار ہا روپیہ کماتے ہیں۔ میں نے حضور علیہ السلام کی ارشاد کے بعد سلسلہ کے اخبار بدر و الحکم اور رسالہ میگزین میں اسے شائع کرایا اور خدا کا شکر ہے کہ بہت سے لوگوں نے اس سے نفع اٹھایا ہے اور میں نے بھی نفع اٹھایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

میں اس سُرمہ اور ممیرا کو ہمیشہ اس نیت سے مشتہر کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مصدقہ ہے اور نسخہ سُرمہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کا تجویز کردہ ہے۔ جو لوگ امراض چشم میں مبتلا ہیں یا حفظ ماتقدم کے طور پر حفاظت کے طور پر حفاظت چشم چاہتے ہیں۔ وہ اس سرمہ کا استعمال کریں۔ حضرت حکیم الامۃ نے اس سُرمہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "برائے امراض چشم بسیار مفید است۔"

یہ سُرمہ دھندر۔ جالا۔ پھولا۔ پڑوال۔ سبل اور سُرخی اور ابتدائی موتیابند اور دیگر امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت سُرمہ ممیرا قسم اول عہ فی تولہ اصلی ممیرا للعہ فی تولہ۔ یہ سُرمہ جن کی آنکھیں دکھتی ہوں۔ ان کیلئے بہت مفید اور مقوی بصر ہے۔ خصوصاً طلباء کیلئے۔

ست سلاجیت

محیط اعظم سے نقل کیا گیا جسکی عبارت یہ ہے۔ مقوی جمیع اعضاء نافع صرع۔ مشتہی طعام۔ قاطع بلغم و ریاح ودافع بواسیر فساد بلغم وقاتل کرم شکم۔ مفتت سنگ گردہ و مثانہ سلس البول و سیلان منی و یرقان و درد مفاصل وغیرہ کیلئے بہت مفید ہے۔ بقدر دانہ نخود صبح کے وقت ہمراہ دودھ استعمال کریں۔ قیمت قسم اول عہ فی تولہ۔

المشتھر۔ احمد نور کابلی تاجر مہاجر قادیان (گورداسپور)

پیتل کے کمانیدار آرسی والے سروتے

ہمارے کارخانہ کا ساختہ محراب دار سروتہ اپنی مضبوطی عمدہ وضع قطع و نقش و نگار کے باعث تمام ہند میں مشہور ہو چکا ہے۔ جدت یہ ہے کہ خود بخود کھلنے کے علاوہ پھل پر سوراخ بنا کر آرسی بھی لگائی گئی ہے کہ ایک نظر دیکھ کر دل خوش ہو جائے۔ دھار پختہ اور آبدار لوہے کی لگتی ہے دھوکہ سے بچو اور اصلی خرید و اور تحفہ تحائف میں دو۔ ۵ آرسی والا للعہ ۳ آرسی والا عہ۔ یک آرسی والا عہ بلا آرسی والا عہ سروتی آرسی دار عہ بلا آرسی عہ۔ محصول الگ۔

للمشتھر۔ شیخ محمد محی الدین سروتہ فیکٹری پانی پت

البیان الکامل فی تحقیق الدق والسل

مصنفہ

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب احمدی متعینہ میڈیکل کالج لکھنؤ

دق پر نہایت واضح کتاب جو نہایت محنت سے لکھی گئی طبیب اور غیر طبیب ہر ایک کے لئے یکساں مفید۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر تعریف فرمائی ہے اخبار کا حوالہ ضرور ہو۔ مجلد للعہ غیر مجلد للعہ محصولڈاک عہ ساتھ آرڈر آنا ضروری ہے۔ کتاب وی پی نہ کی جائیگی۔

المشتھر

سید عبد المجید - محلہ نرہی - لکھنؤ

ضرورت نکاح

ایک احمدی بھائی ذات سید عمر درمیان ۳۰ - ۳۵ سال مبلغ ماشاء اللہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہے۔ جن کی پہلی بیوی غیر احمدی ہے۔ اور اس بیوی سے کوئی اولاد بھی نہیں ہے ایک شریف کم و بیش تعلیم یافتہ جس کے ظاہری باطنی اوصاف قابل قدر ہوں۔ احمدی خاتون سے عقد کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس جدید بیوی کو اسلئے ضروری ہوگا کہ ان کے مکان مقام قادیان میں رہائش رکھے۔ بیوہ یا باکرہ کی کوئی تفریق نہیں تمام خط و کتابت

معرفت ایڈیٹر الفضل ہونی چاہیئے۔
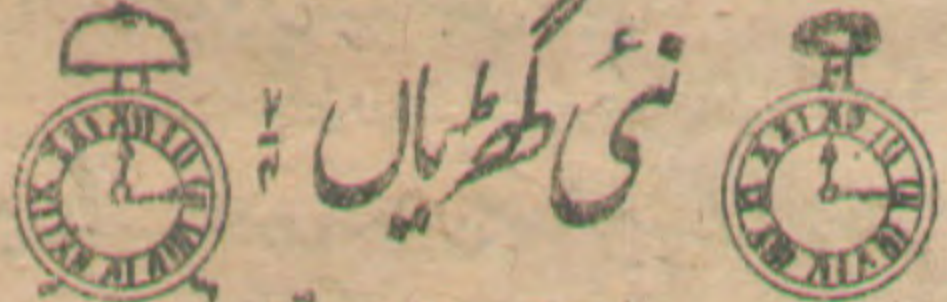
نئی گھڑیاں

(بذریعہ وی پی ارسال ہوتی ہیں)

نمبر ۱۔ رسٹ واچ عمدہ قسم نکل کی مع تسمہ عہ۔ ریڈیم بڑھیا ہے وغیرہ
نمبر ۲۔ " " نہایت نفیس مردانہ و زنانہ کلائی کی عہ ملے ریڈیم للعہ
نمبر ۳۔ " " چاندی کیس چمکدار سادہ و ریڈیم عہ و عہ
نمبر ۴۔ جیبی لیور واچ معمولی قسم کی ہے عہ و للعہ و للعہ
نمبر ۵۔ جنیوا نفیس قسم عہ و عہ و عہ ملے
نمبر ۶۔ لیور عمدہ قسم ملے و عہ۔ چمکدار عہ
نمبر ۷۔ ٹائم پیس سادہ خورد عہ کلاں الارم عہ۔ النوتیر کا عہ

علاوہ ازیں ہر قسم کا گھٹیا و بڑھیا مال موجود ہے حاجتمند احباب جلد طلب کریں۔ جو صاحب پیشگی قیمت بھیجینگے۔ ان کی گھڑی نہایت احتیاط سے جلسہ سالانہ پر دست بدست پہنچا دی جائیگی۔ پتہ خوشخط لکھا کریں۔

المشتھر

ایچ سخاوت علی احمدی واچ سیلر صدر بازار شاہ جہان پور

(باہتمام شیخ عبد الرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر الفضل کے لئے شائع ہوا)